برمنگھم کا قران

ڈاکٹر منصور الحمید

پہلی جنگ عظیم کے بعد جب اتحادی فوجوں کا عرب ملکوں پر قبضہ ہو گیا تو وہاں سے ہزاروں تاریخی نوادرات برطانیہ منتقل کئے گئے۔ اسی زمانے میں برمنگھم کے ایک امیر شخص ایڈورڈ کاڈبری (Edward Cadbury) کو خیال ہوا کہ ان مفتوحہ عرب علاقوں سے تاریخی نوادرات اکٹھے کر کے، برمنگھم میں ان کا ایک میوزیم بنایا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک شخص الفانسے منگانا کو اس کام پر لگایا کہ وہ عرب ملکوں میں جا کر یہودیت، عیسائیت اور اسلام سے متعلق تاریخی نودرات کو خریدے اور انہیں برمنگھم لے کر آئے۔ الفانسے نے کوئی تین ہزار کے قریب قدیم مخطوطے خریدے، انہی میں قرآنِ مجید کے کچھ اوراق تھے جو مصر کی سب سے قدیم مسجد عمرابن العاص سے ملے تھے۔

قرآنِ مجید کے یہ قدیم اوراق کئی سالوں تک برمنگھم کے میوزیم میں محفوظ رہے۔ یہ کل نو صفحات تھے۔ بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ان صفحات کی خریداری دو الگ الگ جگہوں سے کی گئی تھی۔ سات صفحات ایک جگہ سے خریدے گئے تھے، ان کی خریداری کی رسید بھی مل گئی جبکہ دو صفحات کسی دوسرے سے خریدے گئے تھے۔ سات اور دو ملا کر ان نو صفحات کو برمنگھم میوزیم میں ایک ہی جگہ اکٹھا رکھا گیا۔ ۱۹۹۰ میں یہ سارا ذخیرہ برمنگھم لائبریری کو منتقل کر دیا گیا۔ وہاں شیشے کے ایک باکس میں یہ ایک ہی فولڈر میں پڑے رہے اور یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہ قرآنِ پاک کے کسی بہت ہی قدیم نسخے کے اوراق ہیں۔

۲۰۱۵ میں ایک اطالوی محقق، ڈاکٹر البا فیڈیلی (Dr. Alba Fedeli) نے، جو کئی سالوں سے قدیم مخطوطات پر کام کر رہی تھی، برمنگھم لائبریری میں جب ان اوراق کو دیکھا تو اسے فوراً ہی اس کا احساس ہوا کہ ان نو صفحات میں سے دو کی خطاطی بقیہ سات سے مختلف ہے۔ اس نے لائبریری حکام سے اجازت لے کر ان دو صفحات کا ایک نمونہ لے کر ریڈیو کاربن تجزیہ کرانے کے لیے آکسفورڈ یونیورسٹی کی جدید لیبارٹی میں بھیج دیا۔

ریڈیو کاربن تجزیہ کسی بھی مخطوطے کی عمر جاننے کا ایک نہایت ہی قابل اعتماد طریقہ ہے اور اس کے نتائج عام طور پر ۹۵ فیصد کے حساب سے دیئے جاتے ہیں۔ جب ان صفحات کے نمونے کا نتیجہ آیا تو بہت ہی حیران کن تھا۔ نتیجہ یہ کہتا ہے کہ ۹۵ فیصد اس کا امکان ہے کہ ان دو صفحات کی عمر ۵۶۸ سے لے کر ۶۴۵ عیسوی کے درمیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی پیدائش ۵۷۰ عیسوی میں اور وفات ۶۳۲ عیسوی میں ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ اوراق تقریباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی کے بنتے ہیں۔ یہ خبر اس قدر حیرت انگیز تھی کہ بی بی سی نے یہ کہہ کر اسے ہیڈلائنز کے طور پر نشر کیا کہ قرآنِ مجید کا سب سے قدیم صحیفہ دریافت ہوا ہے۔ بی بی سی اور دیگر نشریاتی اداروں کے توسط سے اسے کڑوروں لوگوں نے دیکھا اور ابھی تک اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق کم نہیں ہوا ہے۔ اس صحیفے کو اب برمنگھم کے میوزیم میں رکھا گیا ہے جہاں اس کی زیارت ٹکٹ لے کر کی جا سکتی ہے۔

ریڈیو کاربن تجزیے کے مطابق اس صحیفے کی آخری عمر ۶۴۵ عیسوی بنتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے اس پر جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ ۶۴۵ ع سے پہلے کا لکھا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت ۶۳۲ سے ۶۴۴ ع تک کا ہے۔ انہی کے زمانے میں مصر فتح ہوا۔ مسجد عمرابن العاص جہاں سے یہ صحیفہ ملا ہے، مصر کی سب سے پہلی مسجد تھی۔ اس لیے عین ممکن ہے کہ قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت عمرؓ کے زمانے ہی میں مصر بھیجا گیا ہو اور اس کے لکھنے والے کوئی صحابی ہوں۔ حضرت عمرؓ جس طرح مسلمانوں کے اسلام سے وابستگی کے بارے میں فکر مند رہتے تھے اور پھر جیسی اعلی انتظامی صلاحیتیں اُن کو عطا ہوئی تھیں، مصر کی فتح کے بعد قرآن کا ایک قلمی نسخہ وہاں بھیجنے کی توقع بھی انہی سے کی جا سکتی ہے۔

اگر ریڈیو کاربن تجزیہ ٹھیک ہے تو اس سب کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمر کے زمانے میں جب مصر فتح ہوا تو ایک قرآن اصل نسخے سے کاپی کر کے مسجد عمرابن العاص میں جب وہ ۶۴۲ ع میں تعمیر ہوئی، رکھوا دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ چرمی جھلی پر لکھا ہوا ایک سرکاری قرآن پہلے سے مدینہ میں موجود تھا۔ اسی سے کاپی بنائی گئی تھی۔ یہ سب نتائج قرآن مجید کی تدوین کے معروف نقطہ نظر سے ٹکراتے ہیں لیکن بعض دیگر روایات اور چند علماء کے خیالات کی توثیق کرتے ہیں۔ ان سب کا ذکر بعد میں پہلے ذرا اس کا بیان ہو جائے کہ اس صحیفے میں ہے کیا؟

یہ صحیفہ اصل میں جھلی کے دو اوراق ہیں۔ قدیم زمانے میں بھیڑ بکری وغیرہ کی کھال کو صاف کر کے ان سے نہایت باریک جھلیاں بنائی جاتی تھیں۔ قرآن نے تورات کو رق منشور کہا ہے۔ رق کھال سے تیار کی گئی باریک جھلی کو کہتے ہیں۔ اسی نوعیت کی جھلی یہ بھی ہے۔

جھلی کے ان دو اوراق کا سائز ایک جانب سے ساڑھے تیرہ انچ اور دوسری جناب سے دس انچ کے قریب ہے۔ ان اوراق کے دونوں جانب کتابت کی گئی ہے۔ پہلے صفحے پر سورہ کہف کی سترہ سے اکتیس تک کی آیات ہیں۔ دوسرے صفحے پر سورہ مریم کی آخری آیات، ۹۱ سے لے کر ۹۸ تک ہیں۔ اس کے بعد سورہ طہ شروع ہو جاتی ہے اور اس کی ابتائی چالیس آیات ہیں۔ سورہ مریم اور طہ کو الگ کرنے کے لیے ایک مزین لائن لگائی گئی ہے۔ اس کے نیچے سرخ روشنائی سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی گئی ہے۔ باقی تمام آیات گہرے بھورے رنگ کی سیاہی سے لکھی گئی ہیں۔

کتابت کا انداز حجازی ہے۔ جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں چند نقطوں کا ایک خوبصورت جمگھٹا سا بنایا گیا ہے۔ الفاظ کے اوپر، اعراب کو ظاہر کرنے کے لیے کہیں کہیں ترچھی لکیریں ہیں۔ بعض الفاظ میں، جہاں پڑھنے والے کو دقت ہو سکتی تھی، نقطے بھی ڈالے گئے ہیں۔ آیات کی ترتیب ہو بہو وہی ہے جو موجودہ قرآن کی ہے۔ بعض لوگوں نے اس مخطوطے کی تصویر لے کر اس کے الفاظ کے بالکل نیچے موجودہ قرآن کے الفاظ لکھ دیئے ہیں اور دونوں میں بالکل بھی کوئی فرق نہیں ہے۔

قرآنِ مجید کے اس قدیم مخطوطے کی دریافت نے یہ بات ایک بار پھر ثابت کر دی ہے کہ قرآن مجید اپنے آغاز سے لے کر اب تک ایسا ہی ہے اور اس میں کوئی ایک شوشہ بھی نہیں بدلا ہے۔ تاہم مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ تدوینِ قرآن کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں شروع ہوا اور پھر حضرت عثمانؓ نے اس کی کچھ کاپیاں بنوا کر مملکت کے باقی علاقوں کو بھیجا۔ جبکہ اس مخطوطے کے ریڈیو کاربن تجزیے کے مطابق یہ اس سے پہلے مرتب ہو چکا تھا۔ اس لیے اس کی استنادی حیثیت کے بارے میں کچھ سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

ایک سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کے زمانے میں ایسی چرمی جھلی پائی جاتی تھی؟ اس کا جواب اثبات میں ہے۔ قدیم زمانے سے کھال سے چرمی جھلی بنانے کا فن موجود تھا اور بعض شہر اس کے لیے بڑے معروف تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، تورات تو اسی پر لکھی جاتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں عرب شاعروں کے قصائد جو کعبہ میں بھی آویزاں کیے جاتے تھے، اسی پر تھے۔ عرب اپنے معاہدات بھی اسی پر کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کی دستاویز بھی اسی پر لکھی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بادشاہوں کو خطوط لکھے وہ بھی چرمی اوراق پر تھے۔ چونکہ یہ چرم خاص طور پر تیار کیا جاتا تھا اس لیے ظاہر ہے اس کی کوئی قیمت ہو گی۔ اس لیے ایک سستا طریقہ یہ تھا کہ اونٹ کے شانے کی ہڈی کے اوپر، یا کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھلوں کے اوپر لکھ لیا جائے۔ یہ جو روایات میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآن کی آیات جانور کی ہڈی کے اوپر یا پتھر کے ٹکڑوں پر یا کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھلوں پر تھا تو ظاہر ہے کہ یہ اس لیے تھا کہ چرم خریدنے کی بجائے انہوں نے اپنے لیے ایک سستا طریقہ اختیار کیا اور اپنی پسندیدہ آیات کو خاص اپنے لیے ان پر لکھ کر رکھ لیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وحی آتی تھی تو اگر اس موقع پر چرم موجود نہیں تھا تو آپ ﷺ نے اسے وقتی طور پر شانے کی ہڈی پر لکھوا لیا لیکن بعد میں اسی کو چرم پر منتقل کر دیا گیا۔ روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ ہدایت فرماتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں سورہ میں فلاں جگہ رکھو۔ ظاہر ہے شانے کی ہڈیوں کے اوپر تو لمبی لمبی سورتیں نہیں لکھی جاتی تھیں اور نہ ہی اس طرح کی ترتیب و تسوید ہڈیوں کے اوپر کی جا سکتی ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس چرمی جھلی کا تو ریڈیو کاربن تجزیہ کیا گیا لیکن اس پر لکھی گئی سیاہی کا تجزیہ کیوں نہیں کیا گیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک سیاہی کے تجزیہ کرنے کا کوئی ایسا طریقہ دریافت نہیں ہوا جو قابلِ اعتماد ہو اور جس میں غلطی کی گنجائش کم ہو۔ اس لیے سیاہی کے تجزیے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ ریڈیو کاربن تجزیہ کہتا ہے کہ ۹۵ فیصد امکان ہے کہ یہ اوراق ان تاریخوں کے ہیں، تو گویا ۵ فیصد اس کا بھی امکان ہے کہ یہ نتیجہ غلط ہو؟ اس سوال کے جواب کے لیے شماریات کا ذرا سا علم چاہیے۔ اس طرح کے لیبارٹی ٹیسٹ کے لیے ایک وسطی عدد (Mean value) اور ایک معیاری انحراف (Standard Deviation) نکالی جاتی ہے۔ وسطی عدد جمع منفی دو معیاری انحراف کا مطلب ۹۵ فیصد درست نتیجہ ہوتا ہے۔ عام طور پر اسی طرح سے نتیجہ رپورٹ کیا جاتا ہے۔ اگر اسے تین معیاری انحراف تک بڑھا لیں تو نتیجے کی درستگی کا امکان ۹۹ فیصد تک بڑھ جاتا ہے لیکن پھر اس کا دورانیہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ خاص اس معاملے میں اگر نتیجے کو ۹۹ فیصد تک بڑھایا جائے تو پھر اس کا دورانیہ ۱۱۸ سال تک بڑھ جاتا ہے، یعنی یہ ۵۴۶ ع سے لے کر ۶۶۴ ع تک چلا جائے گا۔ جتنا اس کا امکان ہو گا کہ یہ ۶۶۴ ع کا ہے اتنا ہی اس کا امکان ہو گا کہ یہ ۵۴۶ ع کا ہو۔ اسی لیے عام طور پر ۹۵ فیصد ہی کو رپورٹ کیا جاتا ہے، جس میں دورانیہ کی مدت ۷۷ سال ہے۔ تاہم اگر اس کو مزید کم کرنا ہو تو پھر معیاری انحراف ایک لیتے ہیں جس سے نتیجہ اصل کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ خاص اس صورت میں اس کی مدت ۵۳۸ سے لے کر ۶۳۸ تک ہو گی یعنی کل دورانیہ ۴۵ سال کا بنے گا لیکن اس کا امکان گھٹ کر ۶۸ فیصد رہ جائے گا۔

یہ سوال بھی اٹھایا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ چرم تو پرانا ہو لیکن اس پر کسی پرانی تحریر کو صاف کر کے اسے دوبارہ استعمال کے قابل بنایا گیا ہو اور قرآن مجید کی اس پر خطاطی دوسری دفعہ کی گئی ہو؟ ان چرمی اوراق کا اس پہلو سے بھی جائزہ لیا گیا ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ یہ دوسری بار استعمال ہوا ہے۔

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ پہلا قرآن بغیر نقطوں اور حرکات سے تھا۔ یہ بات جتنی مشہور ہے اتنی ہی عجیب ہے۔ نقطوں کے بغیر قرآن کی آیات کو پڑھنے میں غلطی کا بہت امکان ہے۔ اسی لیے کئی علماء بہت پہلے سے اس خیال کی تردید کرتے آئے ہیں۔ اسی طرح کئی علماء نے بڑے قوی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کی تدوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانے ہی میں ہو گئی تھی اور ایک سرکاری نسخہ حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ رکھا گیا تھا۔ اسی سے کاپیاں بنائی گئی تھیں اور اسی سے صحابہ اپنی ضرورت کے مطابق قرآن کو نقل کر لیتے تھے۔ اس سب کی تفصیل مولانا عبداللطیف رحمانی نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں بیان فرمائی۔ علامہ تمنا عمادی نے اس پر لکھا اور سب سے بہتر طریقے سے مولانا حمید الدین فراہی نے سورہ قیامہ کی تفسیر میں اس کو ثابت کیا۔ اسی کو مزید نکھار کر مولانا اصلاحی نے بیان کیا اور پھر بہت ہی سادہ اور دلنشین انداز میں مولانا خالد مسعود نے اپنی کتاب حیات رسول امی میں بیان کیا ہے۔ ان سب کی تفصیل کا یہ مضمون متحمل نہیں ہو سکتا، یہاں بس اس قدر کہنا کافی ہے کہ برمنگھم کے قرآن کی یہ دریافت تدوین قرآن کے معاملے میں اُن تمام علماء کی تائید و توثیق کرتی ہے جو بہت عرصے سے یہ کہہ رہے ہیں کی قرآن پاک کی تدوین حضرت عثمانؓ کے زمانے میں نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔